بسم الله الرحمن الرحيم

ما يقتضيه الاعتدال

فی

مسئلة رؤية الهلال

تالیف

محمد عطاء الرحمٰن (حیدرآباد)

ایک گزارش

''دنیا کے مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمان اپنے اپنے مطلع کی رویت کے مطابق رمضان کا روزہ شروع کریں اور عید منائیں یا پھر اپنے مطلع کی رویت کو نظر انداز کر کے مکہ مکرمہ کی رویت کا اعتبار کریں''؟

اس مسئلہ کے متعلق احباب کے مابین اختلاف کس طرح جڑ پکڑ رہا ہے یہ سب پر عیاں ہے۔ بعض جگہوں پر تو اس اختلاف نے تعصب کی شکل اختیار کر لی ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اس اختلاف کو ختم کرنے کا حل بھی بتا دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **یاایھاالذین آمنوا اطیعو الله و اطیعوالرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی الله والرسول ان کنتم تومنون بالله والیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلاً۔**

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں سے ان لوگوں کی جو صاحب امر ہو۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں تنازع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پلٹا دو اگر تم (واقعی) اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ انجام کے اعتبار سے یہ بہتر اور احسن ہے''۔ (نساء:۵۹)

معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے درمیان اگر آپس میں تنازع یا اختلاف ہو جائے تو اس کا ایک ہی حل ہے وہ یہ ہے کہ قرآن و احادیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کر کے رہنمائی حاصل کی جائے۔ چنانچہ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ رویت ہلال سے متعلق زیر بحث مسئلہ میں اختلاف کو ہوا دینے کے بجائے کتاب و سنت کی طرف رجوع کر کے حل تلاش لیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر راقم نے ایک معمولی سی سعی کی ہے جو کتابچہ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔ قارئین سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ صرف اللہ کی خاطر غیر جانبداری اور انصاف کے ساتھ تعصب کو چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ اس کتابچہ میں مذکور دلائل پر غور کریں اور پھر فیصلہ فرمائیں۔

مقدمہ

صیام رمضان کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا:

صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غبی علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین.

یعنی ہلال (رمضان) دیکھ کر روزے شروع کرو اور ہلال (رمضان) دیکھ کر روزے ختم کرو اور اگر (ابر وغیرہ کی وجہ سے) چھپ جائے تو شعبان کے تیس دن مکمل کرلو۔ (بخاری۔ کتاب الصیام۔ راوی حدیث: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اس حدیث مبارک سے اور اس معنی کی افادت کرنے والی دیگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ صیام رمضان کا امساک وافطار رویت ہلال پر موقوف ہے۔ اس باب میں یہ ایک عام قاعدہ ہے جس کو تقریباً ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے۔ لیکن لوگوں میں اختلاف اس بات کو لے کر ہے کہ کس مقام یا علاقہ کی رؤیت کو معتبر مانا جائے گا۔ کیا دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے مسلمان اپنے اپنے مطلع کی رویت کا اعتبار کریں یا پھر اپنے مطلع متعلق کی رویت کو نظر انداز کر کے مکہ مکرمہ کی رویت پر عمل کریں؟ اس سلسلہ میں علماء کی اکثریت کا موقف وہی ہے جس پر امت مسلمہ زائد از چودہ سو برس سے عمل کرتی آئی ہے یعنی دنیا کے مختلف علاقوں کے مسلمان اپنے اپنے مطلع کی رویت ہلال کے مطابق روزہ شروع کریں اور اسی کے مطابق روزے ختم کر کے عید منائیں۔ جبکہ دوسری طرف کچھ احباب ہیں جن کا مطالبہ ہے کہ ساری دنیا کے لوگ مکہ مکرمہ کی رویت کے مطابق روزے شروع اور ختم کریں۔ ان حضرات کا ماننا ہے یہ وحدت امت کی عکاسی کرتا ہے اور یہی جدید ٹیکنالوجی کا تقاضہ ہے۔

لیکن اس مسئلہ میں قرآن اور احادیث صحیحہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے کہ علاقے اور خطے اگر ایسے واقع ہو کہ ان کا مطلع عام طور پر ایک رہتا ہے یعنی ایک ہی شب ساتھ ساتھ ہلال نظر آتا

ہے تو ان علاقوں کے رہنے والے آپس میں ایک دوسرے کی رویت کا اعتبار کریں گے۔اور علاقے اگر ایسے واقع ہو کہ مطالع مختلف رہتے ہیں تو پھر ان میں سے ایک علاقے کی رویت دوسرے کے لئے معتبر نہیں اور نہ ایک علاقہ کی رویت پر دی گئی گواہی سے دوسرے علاقہ کے رہنے والوں پر حکم لاگو ہوگا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اصل میں رویت ہلال کے لئے مطلع کا اعتبار ہوگا۔تقریباً چودہ سو برس سے امت نے روزے شروع کرنے اور ختم کرنے میں عموماً اپنے اپنے مطلع کی رویت کا اعتبار کیا۔لیکن ادھر کچھ سالوں سے بعض حضرات نے چند علماء کی آراء اور ٹیکنالوجی کو اس مسئلہ میں اصل بنالیا اور اتحاد امت کی دہائی دیتے ہوئے اپنے مطلع پر نظر آنے والے ہلال کی رؤیت کو نظر انداز کر کے مکہ مکرمہ کی رویت کے مطابق روزے شروع کرنے اور عید منانے لگے بلکہ دوسروں سے بھی یہی مطالبہ کرنے لگے۔لیکن اب اس مطالبہ نے علمی اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر کے جاہلانہ بحث ومباحثہ کی شکل اختیار کر لی ہے جو بہت ہی افسوس کی بات ہے۔

ان ہی حالات کے پیش نظر اس کتابچہ میں زیر بحث مسئلہ کی نوعیت اور کتاب وسنت سے ثابت موقف کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ معترضین کے اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے اور ان کے غلط استدلال کو واضح کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو حق سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کر کے متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

☆☆☆

سورج اور چاند وقت کے پیمانے ہیں

غور کیجئے کہ وقت کے اعتبار سے حیدرآباد مکہ مکرمہ سے تقریباً ڈھائی گھنٹے آگے ہے لیکن جب ان میں سے ایک مقام کا آدمی دوسرے مقام کے رہنے والے سے فون پر بات کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ایک شخص زمانہ حال اور دوسرا زمانہ مستقبل میں سے بات کر رہا ہے بلکہ دونوں کا مکالمہ زمانہ حاضر ہی میں ہو رہا ہوتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وقت کے اعتبار سے دنیا کے بعض مقامات کو دیگر بعض مقامات سے آگے یا پیچھے مانا جاتا ہے؟

اس سوال کا جواب ہم کو قرآن کریم سے یوں ملتا ہے۔

فالق الاصباح و جعل اللیل سکناً والشمس والقمر حسباناً ذالک تقدیر العزیز العلیم . یعنی (اللہ تعالیٰ) صبح کا نکالنے والا ہے اور (اس نے) رات کو سکون (کا ذریعہ) اور شمس و قمر کو (وقت کے) حساب (کا ذریعہ) بنایا۔ یہ مقرر کردہ (نظام) ہے عزیز علیم کا۔(انعام:96)

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الصلاۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً (نساء:103)

یعنی یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ اوقات پر فرض کر دی گئی ہے۔

نماز کا اسکے اوقات مقررہ پر پڑھنا فرض کیا گیا پھر ان اوقات کی تعیین سورج کے ذریعہ سے فرمادی گئی جیسا کہ دیگر آیات اور احادیث سے پتا چلتا ہے مثلاً مسلم، کتاب المساجد، اوقات الصلوات الخمس کا مطالعہ کیجئے۔

تو معلوم ہوا کہ سورج اور چاند وقت کے حساب کا ذریعہ ہے۔ یعنی شمسی اور قمری نظام کے لحاظ سے ہی وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ پس دنیا کے بعض علاقوں میں وقت دیگر بعض علاقوں کی نسبت پہلے داخل ہوتا رہتا ہے اور یہ علاقے دوسرے علاقوں کی نسبت وقت کے اعتبار سے آگے رہتے

ہیں۔لہٰذا حیدرآباد اور مکہ مکرمہ میں مقیم اشخاص کا فون پر مکالمہ زمانہ واحد میں ہونے کے باوجود بھی ان میں سے ایک مقام کو باعتبار وقت، دوسرے سے آگے ماننا اسی شمسی نظام کے تحت ہے۔اور جس طرح شمسی نظام کے تقاضہ کے تحت اقطار عالم کے مابین وقت میں فرق واقع ہوتا ہے، اسی طرح قمری نظام کے تحت بھی فرق واقع ہوتا ہے۔دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ سورج اور چاند وقت متعین کرنے کے پیمانے ہیں۔سورج کی آسمان میں دکھائی دینے والی مخصوص حرکت کی مدد سے دن کے مختلف اوقات کا پتا چلتا ہے جبکہ چاند کی منازل سے قمری مہینہ کی تاریخوں کا علم ہوتا ہے۔

منازل قمر کی تخلیق باحکمت ہے

قمری مہینہ کی تاریخ کے تعیین کے لئے مطلعِ متعلق کی منازل قمر کا اعتبار ہوگا۔

غور کیا جائے تو چاند اور اس کی تخلیق میں بڑی حکمت ہے۔چاند اپنی مخصوص حرکت سے کچھ مسافت طئے کرتا ہے۔ایک رات اور ایک دن میں مسافت طئے کر کے وہ جس مقام پر آتا ہے اس کو چاند کی منزل کہتے ہیں۔اس طرح وہ ہر رات ایک منزل پر پہنچتا ہے۔پہلی منزل میں چھوٹا اور باریک ہوتا ہے جس کو ہلال کہا جاتا ہے۔اس سے قمری مہینہ کے شروع ہونے کا پتا چلتا ہے۔پھر یہ دھیرے دھیرے بڑا نظر آنے لگتا ہے حتی کہ چودھوی شب یا چودھوی منزل پر مکمل ہوجاتا ہے جس کو چودھوی کا چاند یا بدر کامل کہتے ہیں پھر یہ باریک ہونا شروع ہوجاتا ہے حتی کہ غائب ہوجاتا ہے۔یہ کل 28 منازل ہوتی ہیں جو مہینہ کی 28 راتوں میں نظر آتی ہیں پھر چاند مہینہ کے آخر میں ایک یا دو راتیں نظر نہیں آتا۔اس کے بعد جب نیا چاند نظر آتا ہے تب نیا قمری مہینہ شروع ہوجاتا ہے۔اس طرح قمری مہینہ کی انتیس یا تیس راتیں بنتی ہے۔پس چاند ہر رات ایک خاص منزل پر خاص ہیئت کے ساتھ اترتا ہے جس سے تمام مہینہ کی ایک ایک تاریخ کا پتا چلتا ہے۔دوسرے الفاظ میں اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ جب چاند اپنی پہلی منزل پر ہوتا ہے۔تو نہایت ہی باریک ہوتا ہے اور تب قمری مہینہ کی

پہلی تاریخ ہوتی ہے۔اور پھر جب اگلی رات دوسری منزل پر ہوتا ہے تو کسی قدر بڑا ہوتا ہے۔اس سے چاند کی دوسری تاریخ شمار ہوتی ہے۔یعنی راتوں کے بدلنے کے ساتھ چاند کی ہیئت اور منزل بھی بدلتی ہے۔لہٰذا قمری مہینہ کی تاریخوں کا دارومدار چاند کی ان منازل اور ہیئت پر ہوتا ہے۔

جو لوگ ان امور سے واقف ہوتے ہیں وہ چاند کی ہیئت اور منزل کی مدد سے قمری مہینہ کی ایک ایک تاریخ بآسانی معلوم کر لیتے ہیں۔اس سے ایک کے بعد ایک تمام بارہ مہینوں کا پتا چلتا ہے۔پھر اس سے سالوں کی گنتی کا حساب ہوتا ہے۔چاند کی ان منازل کی تخلیق میں یہی وہ عظیم حکمت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:"**هو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ماخلق الله ذالک الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون**"۔(یونس۔5)

وہ اللہ ہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا اور اس کے لئے (یعنی چاند کے لئے) منازل مقرر کیں تا کہ تم جان لو سالوں کی گنتی اور حساب۔اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق نہیں کی مگر حق کے ساتھ (یعنی ان کی تخلیق بے حکمت اور بے فائدہ ہرگز نہیں) جاننے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ (اپنی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کر رہا ہے۔(یونس۔5)

آیت مذکورہ میں اللہ نے فرمایا: **ما خلق الله ذالک الا بالحق** ۔جس سے معلوم ہوا کہ شمس وقمر کی طرح چاند کی ان منازل کی تخلیق بھی بے فائدہ و بے حکمت نہیں۔ان منازل کی تخلیق کی حکمت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی: **لتعلموا عدد السنین والحساب** تا کہ تم جان لو سالوں کی گنتی اور حساب"۔معلوم ہوا کہ قمری مہینہ کی تاریخ چاند کی ان منازل پر موقوف ہے اور جس طرح مکہ مکرمہ کے مطلع پر چاند کی منازل نظر آتی ہے اسی طرح ہمارے علاقہ کے مطلع پر بھی نظر آتی ہے۔اور یہ بات تو مشاہدہ سے بالکل واضح ہے کہ ہمارے مطلع پر نظر آنے والی چاند کی منزل و ہیئت مکہ مکرمہ کے مطلع پر اس شب نظر آنے والی منزل و ہیئت سے مختلف ہوتی ہے۔مثلاً مہینہ کے آخر

میں ایک یا دوراتیں چاند غائب ہوکر جب ہمارے مطلع پر چھوٹا اور باریک ہوتا ہے اس شب مکہ مکرمہ میں ہلال نظر آنے کے دودن ہو چکے ہوتے ہیں اور یہ ہمارے مطلع پر نظر آنے والے ہلال کی نسبت کسی قدر موٹا اور بڑا ہوتا ہے۔

یہ جان لینے کے بعد سورہ یونس کی مذکورہ آیت ایک بار پھر پڑھ لیجئے اور جواب دیجئے کہ "**لتعلموا عدد السنین والحساب**"۔یعنی تا کہ تم جان لو(منازل قمر کے ذریعہ) سالوں کی گنتی اور حساب" کا خطاب کیا مصرف اہل مکہ سے ہی ہے؟ کیا چاند کی ان منازل کی تخلیق کا سبب یہ ہے کہ صرف اہل مکہ ان کی مدد سے تاریخ اور حساب معلوم کرلیں؟ کیا صرف اہل مکہ یا صرف ان علاقوں کے مطلع کی منازل قمر بحکمت ہیں جہاں ہلال دوسرے علاقوں کی نسبت پہلے نظر آتا ہے۔کیا ہمارے علاقہ کے مطلع پر نظر آنے والی منازل قمر بے حکمت اور لغو ہیں؟ کیا آیت میں مذکورہ حکمت سے یہ محروم رہ گئی؟

نہیں! ہرگز نہیں!!اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ما خلق الله ذالک الا بالحق** یعنی اللہ تعالیٰ نے ان (منازل قمر) کو بے حکمت نہیں بنایا۔ **لتعلموا عدد السنین والحساب** کا خطاب صرف اہل مکہ سے نہیں بلکہ ان تمام علاقوں کے رہنے والوں سے ہے جہاں یہ منازل قمر نظر آتی ہیں۔سورہ یونس کی ابتدائی آیات پڑھ لیجئے ان شاءاللہ سیاق وسباق سے واضح ہوجائے گا کہ یہ ایک عام خطاب ہے۔اس خطاب کو صرف اہل مکہ سے خاص کرنا بے دلیل ہے۔لہٰذا جس طرح اہل مکہ اپنے مطلع پر نظر آنے والی منازل قمر کی مدد سے قمری مہینہ کی تاریخوں کا حساب کرتے ہیں اسی طرح دیگر علاقوں کے رہنے والے بھی آیت میں مذکورہ فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اپنے مطلع کی منازل قمر سے قمری مہینہ کی تاریخوں کا حساب کریں گے۔اب چونکہ دنیا کے مختلف علاقوں کے مطلع کی منازل قمر مختلف ہیں، ان کی رویت اور قمری تاریخ میں بھی فرق واقع ہوگا۔لہٰذا آیت کریمہ کی روشنی میں دو باتیں سامنے آگئی۔

اول:۔ ''قمری مہینہ کی تاریخ'' رویت ہلال اور چاند کی منازل وہیئت پر موقوف ہے۔

دوم:۔ ''قمری مہینہ کی تاریخ'' معلوم کرنے کے لئے لوگ اپنے اپنے مطلع کی منازل قمر کا اعتبار کریں گے۔

کچھ لغت کی روشنی میں:

اس بات کی تائید آیت کریمہ کے ساتھ ساتھ لغت سے بھی ہوجاتی ہے۔قول مشہور کے مطابق قمری مہینہ کی پہلی دوراتوں میں نظر آنے والے چاند کو ہلال کہتے ہیں:

(تفصیل کے لئے دیکھئے تاج العروس، لسان العرب، المفردات للراغب، مادہ: ھ،ل،ل،)

ہلال کی یہ لغوی تعریف اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے کہ جب لوگ اپنے اپنے مطلع کی منازل قمر کا اعتبار کرتے ہوئے قمری مہینہ کے شروع اور ختم ہونے کا حساب کریں۔اس کے برعکس اگر ہم ہمارے لئے اپنی رویت کو نظر انداز کر کے مکہ مکرمہ کی رویت کا اعتبار کرلیں تو پھر جس شب مکہ مکرمہ میں مہینہ کا پہلا چاند (ہلال) نظر آتا ہے اس شب ہمارے یہاں غرۃ القمر نہیں بلکہ تاریکی ہوتی ہے۔ اور جو شب ہمارے یہاں ہلال کی دوسری رات ہوگی وہ مکہ کے حساب سے تیسری ہوگی۔اس طرح تو ہمارے علاقوں میں ہلال کی ایک ہی رات بنتی ہے جبکہ لغت نے دوراتیں بیان کی ہے۔گویا مکہ کی رویت کے قائلین کے نزدیک ہلال کا معنی ہمارے لئے کچھ اور ہے اہل مکہ کے لئے کچھ اور!

مطلع متعلق کی رؤیت پر دی گئی گواہی کے مطابق عمل ہوگا۔اگر مطلع مختلف ہوتو اس کی رویت پر دی گئی گواہی پر امساک وافطار نہیں کیا جاسکتا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **تراء یٔ الناس الهلال فاخبرت رسول الله ﷺ انی رأيته فصام و امر الناس بصيامه.**

یعنی لوگ (رمضان کا) چاند دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد، باب فی شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان) علامہ زبیر علی زئی نے اسے صحیح قرار دیا۔

سیاق حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نبی ﷺ، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح چاند دیکھنے کی کوشش میں لگے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سب کا مطلع ایک تھا۔ معلوم ہوا کہ امساک صیام کے لئے مطلع متعلق پر طلوع ہوئے ہلال کا مشاہدہ جس طرح معتبر ہے اسی طرح اس کی بابت دی گئی گواہی بھی معتبر ہے۔ لیکن اگر مطلع مختلف ہو تو اس کی رویت پر دی گئی گواہی سے دوسرے مطلع والوں پر حکم امساک وافطار نہیں لگایا جاسکتا۔ کیونکہ قمری مہینہ کے شروع ہونے میں مطلع متعلق کی رویت کا اعتبار ہوگا جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت یہاں ملاحظہ فرمائیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فمن شهدمنكم الشهر فليصمه.** (بقرہ185)

''پس تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ (یعنی رمضان) پائے چاہئے کہ وہ ماہ (رمضان) کے روزے رکھے''۔

اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ شروع اسلام میں اس کی اجازت تھی کہ لوگ اگر چاہیں تو روزہ کی طاقت رکھنے کے بوجود بھی بطور فدیہ مسکین کو کھانا کھلا کر روزہ چھوڑ دیں جس کا ذکر'' **وعلى الذين يطيقو نه فدية طعام مسكين**''(بقرہ184) میں ہوا لیکن بعد میں سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت نمبر 185 کے ذریعہ یہ رخصت منسوخ ہوگئی اور حکم ہوگیا کہ جو کوئی رمضان کو پائے وہ روزے رکھے سوائے ان کے جن کو کتاب وسنت نے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ (دیکھئے: بخاری تفسیر سورہ بقرہ، ابوداؤد، کتاب التفسیر، تفسیر طبری، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر، احسن البیان)

علماء لغت نے زیر بحث آیت کریمہ میں المصر یعنی شہر کو محذوف مانا ہے۔ چنانچہ زبیدی نے لکھا: **فمن شهد منكم الشهر اى من شهد منكم المصر فى الشهر۔**

''پس تم میں سے جوکوئی اس ماہ کو پالے۔اس کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے جوکوئی اس ماہ میں اپنے شہر میں (مقیم) رہے۔(تاج العروس)

اب آیت کریمہ میں **شھد** (پانا) اور **الشھر** (مہینہ، یہاں مراد رمضان) پر غور فرمایئے۔ یہاں لفظ ''**الشھر**'' مفعول بہ نہیں بلکہ ظرف زمان ہے۔عربی زبان کی معمولی سی شد بد رکھنے والا بھی یہ جانتا ہے کہ ظرف زمان کے ساتھ فعل ''**شھد**'' کسی شخص پر اسی وقت بولا جاسکتا ہے جب کہ اس شخص پر وہ وقت طاری ہوا ہو۔اگر یہ شخص کسی ایسے علاقہ میں مقیم ہو جہاں فلاں وقت ابھی داخل نہ ہوا ہو تو دوسرے علاقہ پر طاری ہوئے اس وقت کے متعلق محض اطلاع مل جانے سے اس شخص پر اس وقت کو پانے کا حکم نہیں لگتا۔بطور مثال عرض ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے لوگ بعد نماز مغرب ہلال رمضان دیکھ رہے ہوتے ہیں اس وقت واشنگٹن میں لوگوں کا فجر کی نماز سے فارغ ہوئے کچھ ہی وقت گزرا ہوتا ہے۔اب اگر اس شہر کے رہنے والوں کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ مکہ مکرمہ میں رمضان کا چاند نظر آ گیا تو محض اس گواہی کی بنا پر کوئی صاحب فہم شخص نہیں کہہ سکتا کہ واشنگٹن والوں نے مغرب پالی اور نہ کہہ سکتا ہے''**شھد اھل واشنطن رمضان**''۔معلوم ہوا کہ وقت کے داخل ہوئے بغیر محض گواہی کی بنا پر وقت داخل ہونے یا وقت پالینے کا حکم نہیں لگتا۔لہٰذا آیت مذکورہ (بقرہ185) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہم پر رمضان کا وقت طاری ہوئے بغیر محض مختلف المطلع علاقہ میں واقع ہوئی ہلال رمضان کی رویت پر دی گئی گواہی کی بنا پر ہم امساک صیام وافطار نہیں کر سکتے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ بعض حضرات گواہی کے باب میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔کہتے ہیں کہ جب گواہ کی گواہی سے شریعت کے مسائل ثابت ہو سکتے ہیں تو سعودی عرب میں نظر آئے ہلال کے متعلق گواہی کیوں تسلیم نہیں کی جاسکتی ہے؟

بطور جواب عرض ہے کہ سعودی عرب کی گواہی کون قبول نہیں کرتا؟ گواہی تو بالکل تسلیم ہے

لیکن !سعودی عرب کے مطلع پر نظر آئے ہلال کی اطلاع مل جانے سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ ہلال ہمارے مطلع پر نظر آ گیا؟ سعودی عرب کے مطلع پر ہلال نظر آجانے کی گواہی کی تصدیق سے تو یہی ثابت ہوگا کہ ہلال سعودی عرب کے مطلع پر نظر آیا۔اس بات کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔دنیا کے مختلف علاقوں میں ایک ہی وقت میں کہیں ظہر کا وقت ہوتا ہے تو کہیں فجر کا تو کہیں مغرب کا۔فرض کر لیجئے کہ آپ ابھی ابھی عصر کی نماز سے فارغ ہوئے ہیں۔غروب آفتاب بھی نہ ہوا پر کسی سچے گواہ کی گواہی سے آپ کو اطلاع مل گئی کہ فلاں علاقہ میں مغرب کا وقت شروع ہوگیا ہے تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ ''گواہ کی گواہی سے شریعت کے مسائل ثابت ہو سکتے ہیں تو پھر مغرب کا وقت ثابت کیوں نہ ہوگا؟اور کیوں نہ میں مغرب کی نماز پڑھ لوں؟۔''

نہیں ہرگز نہیں!تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آپ نے اس گواہی کو تسلیم نہیں کیا؟نہیں، بلکہ اس گواہی کو تسلیم کرنے سے یہی لازم آئے گا کہ فلاں علاقہ نے مغرب کا وقت پایا ہے نہ کہ آپ نے۔لہٰذا رؤیت ہلال کے سلسلہ میں دی گئی گواہی کا بھی یہی حکم ہے۔

یہ جان لینے کے بعد اب ایک حدیث بھی ملاحظہ فرما لیجئے جس سے ان شاء اللہ یہ بات اور بھی واضح ہوجائے گی کہ مختلف المطلع علاقہ کی رؤیت کی گواہی سے دوسرے علاقہ والوں پر حکم امساک و افطار نہیں لگایا جاسکتا بلکہ لوگ اپنے لئے اپنے ہی مطلع کی رویت ہلال کا اعتبار کریں گے۔

عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث رضى الله تعالىٰ عنها بعثته الى معاوية بالشام فقال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى عبدالله بن عباس رضى الله عنهما ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاوية رضى الله عنه فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلانزال نصوم حتى نكمل ثلاثين او

نراه فقلت اولا تکتفی برویة معاویة و صیامه فقال لا ھکذا امرنا رسول الله ﷺ . (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب ان لکل اہل بلد رؤیتہم)

کریب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انہیں ملک شام کی طرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ کریب رحمہ اللہ (آگے) فرماتے ہیں کہ میں ملک شام آیا اور سیدہ ام فضل کا کام پورا کیا وہاں ماہ رمضان کی آمد ہوئی اور میں وہیں مقیم تھا۔ میں نے وہاں ہلال رمضان دیکھا اور رمضان کے آخر آخر میں مدینہ آپہنچا۔ یہاں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے (کچھ امور) کے بارے میں پوچھا پھر ہلال کا ذکر کیا اور پوچھا کہ تم لوگوں نے ہلال کب دیکھا؟ میں نے جواب دیا کہ ہم نے جمعہ کی شب ہلال دیکھا تھا آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم نے خود دیکھا؟ میں نے جواب دیا ہاں اور لوگوں نے بھی دیکھا۔ لوگوں نے بھی روزہ رکھا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن ہم نے تو (یعنی مدینہ والوں نے تو) ہلال ہفتہ کی شب دیکھا پس ہم روزے ختم نہ کریں گے حتیٰ کہ ہم تیس روزے مکمل کرلیں یا پھر ہلال (شوال) دیکھ لیں تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت اور (اس رویت کے مطابق) ان کے روزے رکھنے کو کافی نہیں جانتے (کہ آپ بھی ان کی رویت کے مطابق روزہ رکھیں)؟ تو اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں (کیونکہ) نبی ﷺ نے ہم کو ایسے ہی حکم دیا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان ان لکل اہل بلد رؤیتہم)۔

اس روایت سے واضح ہے کہ سیدنا ابن عباس اور سیدنا کریب کی گفتگو کا موضوع یہ تھا کہ مختلف المطلع علاقہ میں رویت ہلال ثابت ہوجائے اور دوسرے مطلع والوں کو اس کی اطلاع مل بھی جائے تب بھی لوگ اپنے ہی مطلع کی رویت کا اعتبار کریں گے اور اپنے لئے مختلف المطلع علاقہ کی رویت سے حکم امساک وافطار نہیں لگائیں گے۔ غور فرمایئے کہ روزہ کو شروع اور ختم کرنے میں اپنے

مطلع کا اعتبار اور دوسرے مطلع کے عدم اعتبار کرنے کے اس عمل کی نسبت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا ''ھکذا امرنا رسول اللہ ﷺ ''یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسے ہی حکم کیا''۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ اس کو ساری امت کے لئے حجت ثابت کر دیا۔

حدیث مبارک اس قدر واضح ہونے کے باوجود بھی کچھ لوگ اس کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ ذیل میں اس کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

غلط فہمی:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا موضوع یہ نہیں کہ آیا مختلف المطلع علاقہ کی رویت کا اعتبار ہوگا یا نہیں بلکہ کچھ اور ہے جیسے اپنی رویت کے مطابق روزے شروع کر چکنے کے بعد اگر مہینہ کے درمیان میں دوسرے علاقہ کی رویت کی اطلاع مل جائے تو اس کی رویت پر عمل کرنے کے بجائے اختتام ماہ تک اپنی ہی رویت کا اعتبار کریں۔ اگر یہ اطلاع شروع ہی میں مل جاتی تو اسی پر عمل ہوتا۔ یا پھر یہ غلط فہمی کہ حرمین کی رویت کا اعتبار دوسرے علاقے جیسے شام وغیرہ کریں گے۔ دوسرے علاقوں کی رویت کا اعتبار اہل حرمین نہیں کریں گے۔

ازالہ:۔ حدیث کی یہ تاویل ظاہر اور متبادر الی الفہم سے اختلاف کرنے کے ساتھ ساتھ بے دلیل بھی ہے۔ یعنی ایسا بھی نہیں کہ کسی ثابت شدہ قرینہ کی موجودگی میں اس کو ظاہر سے پھیر دیا گیا ہو۔ لہٰذا اس کی یہ تاویل قبول نہیں ہو سکتی۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ محدثین نے بھی اس حدیث مبارک سے اس کا ظاہر ہی سمجھا اور مندرجہ ذیل ابواب باندھے:

امام ترمذی (م:279ھ) نے یوں باب باندھا: **باب ماجاء لکل اھل بلد رویتھم** یعنی باب اس بارے میں کہ ہر اہل بلد کے لئے ان کی اپنی رویت ہے۔ (جامع ترمذی)

امام ترمذی نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس موقف کو اہل علم کا موقف بتایا۔ فرماتے ہیں: **والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم ان لکل اھل بلد رؤیتھم**) یعنی: اہل علم کے نزدیک اس حدیث (کے مطابق) عمل یہی ہے کہ ہر اہل بلد کے لئے ان کی اپنی رؤیت ہے۔ (جامع ترمذی)

امام ابن خزیمہ (م:311) فرماتے ہیں: **باب الدلیل علی ان الواجب علی اهل کل بلد صیام رمضان لرؤیتهم لا رؤیة غیرهم)**

اس بات کی دلیل کہ واجب ہے ہر اہل بلد پر کہ وہ دوسروں کی نہیں بلکہ اپنی رویت کے مطابق رمضان کے روزے رکھیں۔ (صحیح ابن خزیمہ)

فائدہ:۔ یہاں امام ابن خزیمہ کا ''واجب'' کہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے بھی نزدیک یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے محض صحابی کا اجتہاد نہیں۔

علامہ نووی (م:676ھ) باب باندھتے ہیں: **باب بیان ان لکل اهل بلد رؤیتهم** (شرح مسلم) یعنی باب اس بیان میں کہ ہر اہل بلد کے لئے ان کی اپنی رویت ہے۔ (شرح مسلم)

علامہ محمد بن خلیفہ: **حدیث لکل قوم رویتهم** (شرح مسلم) یعنی حدیث اس باب میں کہ ہر قوم کی اپنی رویت ہے۔ (شرح مسلم)

تنبیہ:۔ بلد شہر کو کہتے ہیں۔ رویت ہلال کے اس باب میں لفظ شہر استعمال کیا جائے یا مطلع کچھ نقصان نہیں کیونکہ اہل بلد اپنی اپنی رویت کا اعتبار کریں گے اور جب کچھ شہر ایسے واقع ہو کہ ان شہروں کے رہنے والوں کو چاند عموماً ایک شب نظر آجاتا ہے تو یہ سارے شہر ایک مطلع کے تحت آتے ہیں۔ یعنی یہ لوگ ساتھ ساتھ روزہ شروع کرتے اور عید مناتے ہیں۔

غلط فہمی:۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا حکم نہیں بلکہ ابن عباس کا اجتہاد مذکور ہے۔

ازالہ:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نہ صرف اصحاب رسول اللہ ﷺ کے کبار فقہاء میں سے تھے بلکہ اہل زبان بھی تھے اور عبارت ''ہکذا امرنا رسول اللہ ﷺ'' یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسے ہی حکم کیا، کے اطلاق کا بھی بدرجہ کمال علم رکھتے تھے۔ تو پھر وہ اپنے ذاتی اجتہاد کو رسول اللہ ﷺ کی طرف کیسے منسوب کر سکتے تھے؟ کسی فعل کے متعلق صحابی کا یہ کہنا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسے ہی حکم کیا'' ان کے اجتہاد پر نہیں بلکہ ان کے فہم حدیث پر مبنی ہوتا ہے اور یہ بات تو معلوم

ہے کہ فہم صحابہ ہی میں ہدایت ہے۔ یاد رہے کہ صحابی کے مذکورہ الفاظ ان کے فہم حدیث پر ایسے ہی مبنی ہوتے ہیں جیسے صحابی کا کسی فعل کو سنت قرار دینا۔ صحابہ کرام کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کے الفاظ یا افعال ہو بہو ذکر کیے بغیر کسی شخص کے کسی فعل کے متعلق فرما دیتے کہ ''یہ سنت (کے مطابق) ہے یہ سنت (کے مطابق) نہیں یا فرماتے کہ سنت یہ ہے کہ تم ایسا ایسا کرو۔ صحیحین میں ایسی متعدد روایتیں ہیں (مثلاً دیکھئے: بخاری، باب اذا لم یتم السجود، راوی: حذیفہ (ح:389، مسلم، باب قدر ما یستحقہ البکر والثیب، راوی انس رضی اللہ عنہ)۔ صحابی کا ایسا کہنا بھی تو ان کے اپنے فہم حدیث (یا آپ کے الفاظ میں ان کے اجتہاد) پر مبنی ہے۔ پھر بھی ان احادیث سے امور کے مسنون اور غیر مسنون ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے جو بالکل درست ہے۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارک کو ان کا اپنا اجتہاد کہہ کر نظر انداز کر دینا بڑی جرأت کا کام اور سخت غلطی ہے۔

اس بات پر بھی بڑا تعجب ہوتا ہے کہ معترضین مسلم شریف کی اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اجتہاد کہہ کر تو ترک کر دیتے ہیں لیکن دوسرے ہی پل ہم سے یہ مطالعہ کرتے ہیں کہ ہم ان حضرات کا اجتہاد قبول کر لیں اور ہم پر مکہ مکرمہ کی رویت لاگو کر لیں!!!

غلطی فہمی:۔ حدیث میں ''ھکذا امرنا رسول اللہ '' سے ابن عباس کا اشارہ **صوموا لرؤیتہ**۔الخ۔ یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو' والی روایت کی طرف ہے۔'' لہٰذا ابن عباس کا کہنا **ھکذا امرنا رسول اللہ** ﷺ ان کے اپنے مفہوم حدیث پر مبنی ہے۔

ازالہ:۔ اگر یہ واقع میں **صوموا لرؤیتہ** کا مفہوم ہے تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ صحابی رسول اور آپ کے مفہوم میں تعارض کی صورت میں صحابی کا مفہوم مقبول اور آپ کا مردود ہوگا۔

حاصل کلام: سابقہ بحوث سے معلوم ہوا کہ قمری مہینہ (جیسے رمضان کے شروع اور ختم ہونے کا حساب مطلع متعلق کی رؤیت سے ہی کیا جائے گا۔ دوسری اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ہم پر رمضان کا وقت طاری ہوئے بغیر محض مختلف المطلع علاقہ (جیسے مکہ مکرمہ) میں واقع ہوئی ہلال

رمضان کی رؤیت پر دی گئی گواہی کی بنا پر ہم امساک صیام وافطار نہیں کر سکتے۔

کچھ خاص استثنائی حالات میں طرز عمل:

الحمدللہ سابقہ دلائل سے واضح ہوگیا کہ مطلع متعلق کی رؤیت ہلال کے مطابق ہی افطار وامساک ہوگا۔اس سلسلہ میں یہ ایک عام قاعدہ ہے۔لیکن استثنائی حالات میں طرز عمل قدر مختلف ہے جس کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے۔

اگر مطلع ابر آلود ہو یا کسی اور وجہ سے ہلال نظر نہ آئے تو رواں مہینہ کے تیس دن مکمل کئے جائیں۔جیسے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

1. صوموا لرؤيته وافطروا لرويته فان اغمى عليكم فاقدروا له ثلاثين.

یعنی: ہلال دیکھ کر روزہ رکھواور ہلال دیکھ کر روزے ختم کرو۔(ہاں) اگر (بدلی وغیرہ کی وجہ سے) ہلال نظر نہ آئے تو تیس دن (پورے) کرلو۔(مسلم، کتاب الصیام، راوی: ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

2. صوموا لرؤيته وافطروا لرويته فان غمى عليكم فاكملوا عدة شعبان ثلاثين.

یعنی: ہلال دیکھ کر روزہ رکھواور ہلال دیکھ کر روزے ختم کرو۔اگر (بدلی وغیرہ کی وجہ سے) چاند چھپ جائے تو شعبان کے تیس دن مکمل کرلو۔(بخاری، کتاب الصیام، راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

3. اذا رأيتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا فان غم عليكم فصوموا ثلاثين يوماً.

یعنی: ہلال دیکھو تو روزے رکھواور ہلال دیکھو تو روزے ختم کرواور اگر تم پر بدلی چھا جائے تو تیس روزے رکھو۔(مسلم، کتاب الصیام، راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

معلوم ہوا کہ بدلی وغیرہ کی وجہ سے ہلال نظر نہ آئے تو رواں مہینہ کے تیس دن پورے کئے جائیں گے لیکن اگر اس اثناء میں قریب میں واقع علاقہ کے لوگوں نے چاند نظر آجانے کی اطلاع

دے دی تو پھر اس گواہی کے مطابق عمل ہوگا جیسا کہ کچھ انصار رضی اللہ عنہم کا بیان ہے:

اغمی علینا هلال شوال فاصبحنا صیاماً فجاء رکب من آخر النهار فشهدوا عند النبی ﷺ انهم رأوا الهلال بالامس فامرهم رسول الله ﷺ ان یفطروا وان یخرجوا الی عیدهم من الغد.(ابن ماجه، ماجاء فی الصیام ، باب ماجاء فی الشهادة علی رویة الهلال، ح: ۱۶۵۳)

(بدلی وغیرہ کی وجہ سے) ہمیں شوال کا چاند نظر نہ آیا تو ہم نے صباح کو روزہ رکھ لیا۔ دن کے آخری حصے میں ایک قافلہ آیا۔ ان لوگوں نے نبی ﷺ کے پاس گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزہ چھوڑ دیں اور اگلے دن عید کے لئے نکلیں۔ (ابن ماجہ، ماجاء فی الصیام، باب ماجاء فی الشہادۃ علی رویۃ الہلال، علامہ زبیر نے اس کو صحیح قرار دیا)

اس قافلہ نے جس مقام پر چاند دیکھا وہ نبی ﷺ سے اتنی دور واقع تھا کہ وہاں مطلع ابر آلود نہ تھا اور اتنی قریب تھا کہ وہاں ہلال شوال دیکھ کر قافلہ پہلی شوال کے ہی آخری حصہ تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

اسی طرح اگر ایسی اختلافی صورت پیش آجائے کہ ہم مطلع لوگوں میں رؤیت ہلال کے متعلق اختلاف ہو جائے تب بھی قریب میں رہنے والے حضرات جن کو ہلال نظر آجانے کا یقین ہو کی گواہی کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: **اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان فقدم اعرابیان فشهدا عند النبی ﷺ بالله لاهلا الهلال امس، عشیة فامر رسول الله ﷺ الناس ان تفطروا۔**

یعنی: رمضان کے آخری دن کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ پس دو اعرابی رضی اللہ عنہما (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں) تشریف لائے اور آپ کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ انہوں نے کل شام ہلال دیکھا تب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ توڑنے کا حکم کیا۔ (ابوداؤد، باب

شہادۃ رجلین علی رویۃ ہلال شوال، علامہ زبیر نے اس کو صحیح قرار دیا۔)

یہ استثنائی حالات ہیں جن میں قریب میں واقع علاقہ کی رویت پر دی گئی گواہی کے مطابق عمل کیا گیا لیکن اس کے برعکس ان احادیث مبارکہ سے یہ استدلال کر لینا کہ دنیا کے مختلف علاقہ والے علی العموم تمام حالات میں قرب و بعد کا اعتبار کئے بغیر مکہ کی رویت کے مطابق روزہ رکھیں اور عید منائیں بالکل باطل ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مدینہ والوں کو رویت ہلال کی گواہی ان لوگوں نے دی جو مدینہ منورہ کے بالکل قریب قریب سے آئے ہوئے تھے۔ ان کے مطلع کو مدینہ منورہ کے مطلع سے مختلف قرار دینا بعید الاحتمال ہے۔ اور دوسری جانب گزشتہ دلائل سے صراحۃً اور اشارۃً یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس علاقہ کی رویت کے مطابق عمل ہم پر لاگو نہیں کیا جاسکتا جس کا مطلع مختلف ہو یعنی جہاں پر ہلال ہمارے مطلع سے ایک دو دن پہلے یا بعد میں نظر آتا ہے۔ تو پھر صراحۃً ثابت شدہ حق سے اختلاف کرتے ہوئے احتمال بعید پیدا کرنا اور پھر اس ثابت شدہ حق کو ٹھکرا کر اس احتمال بعید پر عمل کرنا ظلم ہے انصاف نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان احادیث میں استثنائی حالات کا ذکر ہے ورنہ عمومی حالات میں تو مدینہ والے اپنے ہی مطلع کی رویت کا اعتبار کرتے تھے۔ (دیکھئے، سنن ابوداؤد کی ابن عمر والی رویت جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے)۔ اور کرتے ہیں مطلع مختلف کا نہیں۔ اس کے

تنبیہ: مذکورہ بالا احادیث میں لفظ ''امس'' آیا ہے۔ لغت عرب میں 'امس' 'الیوم' اور غد کے اطلاق میں اصلاً طلوع سورج کا اعتبار ہوتا ہے جیسے 'الیوم' کی لغوی تعریف یوں ہے ''زمن مقدارہ من طلوع الشمس الی غروبھا'' اور 'امس' کی تعریف یوں ہے: ''الیوم الذی قبل الیوم الحاضر'' (المعجم الوسیط) ایسا ہی استعمال احادیث میں آیا ہے۔ سورج کے طلوع ہونے سے یوم بدل جانے کا اعتبار کیا گیا ہے مثلاً ''مسلم شریف میں طلوع شمس کے بعد ''فلما کان الیوم الثانی'' کہا گیا ہے (مسلم، کتاب المساجد باب اوقات الصلوۃ الخمس، راوی: بریدہ رضی اللہ عنہ)۔ لہٰذا مذکورہ بالا احادیث میں 'امس' طلوع شمس ہو جانے کی وجہ سے کہا گیا ہے نہ کہ شوال کی تاریخ بدل جانے کی وجہ سے۔

علاوہ عمومی حالات کو استثنائی حالات پر قیاس کرنا باطل ہے۔

تیسری اور سب سے چھوٹی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث مبارک سے مکہ مکرمہ کی رویت دنیا بھر کے علاقوں پر لاگو کرنے والوں کا دعویٰ تو ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کے اس دعوے کی ردضرور ہو جاتی ہے۔ بطور مثال عرض ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں ہلال رمضان شام کے چھ سات بجے نظر آئے تب کیلیفورنیا میں صبح کے تقریباً نو دس بج چکے ہوتے ہیں۔

لہٰذا ان حضرات کو اگلے روز صحری کرنی ہوگی۔ اور پھر رمضان کے اختتام پر اگر مکہ مکرمہ میں 29 روزوں پر ہلال شوال نظر آ جائے تب کیلیفورنیا والوں کا 29واں روزہ ابھی ابھی شروع ہوا ہوتا ہے۔ لیکن مذکورہ احادیث کے مطابق تو ہلال شوال کی اطلاع پر روزہ توڑ دینے کا حکم ہے۔ لہٰذا ان حضرات کو اپنا 29واں روزہ مکمل کرنے سے پہلے ہی توڑنا پڑے گا۔ اس طرح ان بیچاروں کے صرف 28 روزے ہوئے، صبح کے تقریباً دس بجے رمضان شروع ہوا اور صبح کے نو دس بجے ختم ہوا۔ حالانکہ قمری مہینہ 29 دن سے کم کا نہیں ہوتا اور مغرب سے شروع ہوتا ہے اور مغرب پر ختم ہوتا ہے!!

ٹیکنالوجی اور مسئلہ رویۃ ہلال

بعض احباب کا کہنا ہے کہ آج ٹیکنالوجی کی مدد سے مکہ مکرمہ کی رویت کی اطلاع سارے عالم اسلام کو صرف پانچ منٹ میں دی جا سکتی ہے۔ تو ساری دنیا اسی کی پابندی کرتے ہوئے کیوں نہ ایک ساتھ روزے رکھے اور ایک ساتھ عید منائیں؟۔

جواب:۔ یہ جاننے کے لئے کہ کن مسائل میں کس حد تک ٹکنالوجی کا دخل رہ سکتا ہے، پہلے ان مسائل کی نوعیت کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ جیسے افطار کے وقت کے لئے غروب آفتاب کا تعین کرنے کا مسئلہ ہی لیجئے۔ اس مسئلہ کی نوعیت مختلف ہے۔ اس مسئلہ میں شریعت کو یہ مطلوب ہے کہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ کھولا جائے جس پر امت حد استطاعت عمل کرتی آئی ہے۔ آج

ٹیکنالوجی کی مدد سے اس استطاعت میں اور بھی وسعت ہوگی اور غروب آفتاب کے وقت کا تعین صحیح ترین ہوگیا اور غروب کے ساتھ ہی افطار کرنا اور بھی ممکن ہوگیا جو شریعت کو مطلوب ہے۔ لہٰذا یہاں ٹیکنالوجی کو دخل رہے گا۔

لیکن جہاں تک یہ سوال ہے کہ آج ٹیکنالوجی کی مدد سے مکہ مکرمہ کی رویت کی اطلاع سارے عالم اسلام کو صرف پانچ منٹ میں دی جا سکتی ہے تو ساری دنیا اسی کی پابندی کرتے ہوئے کیوں نہ ایک ساتھ روزے رکھے اور عید منائے؟ تو جواباً عرض ہے کہ اس مسئلہ کی نوعیت مختلف ہے۔ ٹیکنالوجی کے بل پر یہ مطالبہ کرنا اس وقت بجا تھا جبکہ شریعت کو یہ مطلوب ہوتا یا اس بات کا شرعی جواز یا استحباب ہوتا کہ ساری امت ایک دن امساک وافطار کرے اور عذر کی بنا پر اس پر عمل ناممکن ہوا ہوتا یہاں تک کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت عذر زائل ہوتا اور حکم لوٹ آتا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں بلکہ دلائل شرعیہ سے تو یہ ثابت ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے اپنی اپنی رویت کے مطابق روزے شروع کرے اور ختم کرے۔

اعتراضات اور غلط فہمیوں کا ازالہ

جو حضرات دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں رہنے والوں پر مکہ مکرمہ کی رؤیت کے مطابق امساک صیام وافطار لاگو کرنا چاہتے ہیں ان کے ہاں کوئی دلیل نہیں۔ لہٰذا اپنی اس جزباتی اپیل کو منوانے کے لئے ان بھائیوں کے پاس اختلاف مطلع کے قائلین پر مہمل اعتراضات کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ لیکن ہاں ان میں سے کچھ احباب اپنے موقف کی تائید میں بعض قرآنی آیات واحادیث سے ضرور استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال محض غلط فہمیوں پر مبنی ہے ان آیات و احادیث سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

ذیل میں ان احباب کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔

1. **اعتــــــــراض**:۔ اگراختلاف مطالع کوتسلیم کرلیا جائے تو پھر جب مکہ مکرمہ میں
21 رمضان کی شب ہوتی ہے تو ہندوستان میں 20 رمضان کی۔اور جب ہندوستان میں 21 ہوتی
ہے تو مکہ میں 22 ہوتی ہے۔تو پھر بھلا شب قدر مکہ کے لحاظ سے ہوگی یا ہندوستان کے حساب سے؟
اگر دونوں مقامات پر اپنے اپنے حساب سے مانی جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک مہینہ (رمضان) میں
دو دو شب قدر ہوتی ہیں؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟

جواب:۔ اگر وحدث مطالع کوتسلیم کر کے مکہ کی رؤیت ساری دنیا میں لاگو کر دی جائے تب
بھی جب مکہ مکرمہ میں مغرب کے ساتھ 21 رمضان تقریباً شروع ہوتا ہے تو کیلیفورنیا میں
20 رمضان کی فجر ہوتی ہے اور کیلیفورنیا کی مغرب کے ساتھ مکہ میں طلوع فجر ہو جاتا ہے۔لیکن شب
قدر تو "**سلام ھی حتی مطلع الفجر**" کے مطابق طلوع فجر تک ہی رہتی ہے۔سوال یہ ہے کہ
اس طلوع فجر کے لئے مکہ کا لحاظ کیا جائے گا یا کیلیفورنیا کا؟ اگر مکہ کا لحاظ کیا جائے گا تو کیلیفورنیا کے
مسلمان لیلۃ القدر سے تقریباً محروم ہو گئے۔اور اگر کیلیفورنیا کے طلوع فجر کا لحاظ ہوگا تو پھر سوال یہ
ہے کہ شب قدر کی ابتداء کے لئے مکہ کی مغرب کا لحاظ کیا جائے گا یا کیلیفورنیا کی مغرب کا؟ اگر
کیلیفورنیا کی مغرب کا اعتبار ہوگا تو پھر اہل مکہ وغیرہ کی شب قدر ایک آدھ گھنٹے کی ہی ہوگی!!! اگر شب
قدر کی ابتداء مکہ مکرمہ سے اور انتہاء کیلیفورنیا سے مان لی جائے تو پھر 24 گھنٹوں میں شب قدر دو
دوبارہ ہوگئی! اگر اہل مکہ کے لئے وہاں کا لحاظ اور کیلیفورنیا کے لئے اس کا اپنا لحاظ کر لیا جائے تب ایک
رمضان میں دو دو شب قدر ہوگئی۔تعجب ہے کہ معترضین کو اپنی جذباتی اپیل کی خاطر کیلیفورنیا وغیرہ
مقامات کے مسلمانوں کو شب قدر سے محروم کرنا قبول ہے یا اہل مکہ کی لیلۃ القدر کو ایک گھنٹہ کی ماننا
منظور ہے، ایک مہینہ بلکہ 24 گھنٹوں میں دو دو شب قدر سے کوئی اعتراض نہیں لیکن کتاب وسنت
سے تائید شدہ موقف کے لئے دو دو شب قدر والا اعتراض پیش کرنا ان کے نزدیک ظلم نہیں بلکہ
انصاف ہے۔

2. اعتـــراض:۔ رویت ہلال کمیٹی کے اراکین بدعقیدہ ہوتے ہیں۔ان کی گواہی بھلا کیسے قبول کی جائے گی؟

جـواب:۔ اس بات کی فکر رویت ہلال کے سلسلہ میں نہیں بلکہ افطار اور سحری کے اوقات میں کرنی چاہئے کیونکہ رویت ہلال کا خود عینی مشاہدہ کرلینا ممکن ہے۔

غـلـط فـهـمـی:۔ دراصل ہندوستان میں بھی اسی شب ہلال اترتا ہے جس شب مکہ میں لیکن (پلوشن) Pollution کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔

ازالـــه:۔ اس کتابچہ میں مذکور مسلم شریف کی کریب رحمہ اللہ والی روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ ملک شام میں جمعہ کی شب ہلال نظر آیا ہے جبکہ مدینہ میں ایک دن بعد نظر آیا۔ بتایئے کہ 1400 برس پہلے مدینہ میں کونسا پلوشن تھا؟

3. اعتراض:۔ جب سعودی عرب میں جمعہ ہوتا ہے تو ہندوستان میں بھی جمعہ ہوتا ہے۔ ان دونوں مقامات میں صرف دو تین گھنٹوں کا فرق ہے تو پھر رمضان اور دیگر مہینوں کی تاریخوں میں ایک دو دن کا فرق کیوں کر ہوسکتا ہے۔

جـــواب:۔ آپ جب یہ اعتراض اٹھا ہی چکے ہیں تو ذرا یہ بھی بتایئے کہ سعودی عرب سے ڈھائی گھنٹہ پہلے مغرب ہمارے یہاں ہوتی ہے، دن مثلاً جمعہ پہلے یہاں لگتا ہے۔ ڈھائی گھنٹہ بعد یہی دن سعودی عرب میں لگتا ہے لہٰذا آپ کی فکر کے مطابق ہلال رمضان بھی پہلے یہاں نظر آنا چاہئے تھا لیکن وہاں کیوں نظر آتا ہے؟ اب مذکورہ بالا اعتراض کے رد میں ہمارا جواب بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ بات بڑی سیدھی ہے۔ دنوں کا بدلنا شمسی نظام کے تحت اور قمری مہینوں کی تاریخوں کا بدلنا قمری نظام کے تحت ہے لہٰذا قمری تاریخ کا قیاس دنوں پر کر کے مذکور بالا اعتراض اٹھانا درست نہیں۔

غــلـط فـهـمـی:۔ سارا عالم اسلام اگر ایک دن روزہ شروع کرے اور ایک ساتھ عید منائے تو اس سے وحدت امت کی عکاسی ہوتی ہے۔

ازالہ:۔ یہ ایک جذباتی اپیل اور شاید غیر قوموں سے مرعوب ہونے کا انجام ہے۔ اسلام نے یہ وحدت کہاں طلب کی؟ جو وحدتِ امت اسلام کو مطلوب ہے وہ تو یہ ہے: **واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا** ۔ امت کی وحدت تو کتاب وسنت پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے سے ہوتی ہے نہ کہ ایک دن عید منا لینے سے۔

غلط فہمی:۔ الصوم يوم تصومون الخ ۔۔۔ یعنی روزہ اس دن ہے جس دن تم روزہ رکھو۔ الخ (ترمذی) یہ آپ ﷺ نے اہل مکہ سے خطاب کر کے فرمایا۔ لہٰذا اس حدیث میں اشارہ ہے کہ سارا عالم اسلام اہل مکہ کی رویت کے مطابق روزہ شروع کرے اور عید منائے۔

ازالہ:۔ مذکور بالا حدیث سے شیخ محمد عطاء الرحمٰن صاحب مدنی نے اس بات پر استدلال کیا کہ سارا عالم اسلام مکہ مکرمہ کی رؤیت کے مطابق روزہ رکھے اور عید منائے۔ (دیکھئے شیخ صاحب کی کتاب ''مکہ مکرمہ کی رویت ہلال ۔۔۔'')

لیکن اس حدیث مبارک سے یہ استدلال درست نہیں۔ تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ حدیث مذکور کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جنہوں نے ہجرت کے بعد آپ ﷺ کی رفقت اختیار کی۔ ثانیاً اس حدیث میں روزوں، عید الفطر اور عید الضحیٰ کا ذکر ہے جو بقاعدہ ہجرت کے بعد کئے جانے لگے۔

لہٰذا بظاہر اس حدیث مبارک میں اہل مکہ اور اہل مدینہ سب سے خطاب ہے پھر اس ظاہر کے خلاف حدیث شریف کے خطاب کو صرف اہل مکہ سے خاص کر دینے کا تقاضہ کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے نہ کسی حدیث سے۔ لہٰذا اہل مکہ کا یہ اختصاص بے دلیل ہے اور جب اختصاص ملفوظ ہو نہ ملحوظ تو پھر خطاب عام ہوتا ہے۔ پس اس حدیث سے کسی بھی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مکہ مکرمہ کی رویت کو دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والوں پر لاگو کر دی جائے۔ البتہ یہ ایک ارشاد عام ہے جس کا مفہوم اس سلسلہ میں آئی آیات اور دیگر احادیث مبارکہ کو پیش نظر رکھ کر یہ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص روزے شروع کرنے اور عید منانے میں اپنے ہم مطلع مسلمانوں کی مخالفت نہ کرے۔ اس

بات کی تائید ائمہ کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث مذکور روایت کر کے امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وفسر بعض اهل العلم هذا الحديث فقال انما معنى هذا ان الصوم والفطر مع الجماعة و عظم الناس.**

یعنی بعض اہل علم نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی تو یہی ہے کہ روزے شروع کرنا اور عید (منانا) مسلمانوں کی جماعت اور لوگوں کی اکثریت کے ساتھ ہوگا۔ (سنن ترمذی، باب ماجاء الصوم یوم تصومون)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی اسی معنی کے قائل ہیں: چنانچہ آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اکیلے ہی چاند کو یقینی طور پر دیکھا تو کیا یہ شخص اکیلے ہی روزے شروع اور ختم کرے گا یعنی عید کرے گا یا لوگوں کی اکثریت کے ساتھ؟

جواباً آپ نے علماء کے تین اقوال بیان کئے۔ ان اقوال میں سے تیسرا قول یہ ہے:

والثالث:۔ يصوم مع الناس ويفطر مع الناس.

''یعنی تیسرا قول یہ ہے کہ وہ شخص (اکیلے نہیں) بلکہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے گا اور ان لوگوں کے ساتھ ہی روزوں کا اختتام کریگا۔ پھر اس قول کو پسند فرماتے ہوئے کہتے ہیں ''**هذا اظهر الاقوال**''۔ اوراس کی تائید میں ترمذی کی زیر بحث حدیث پیش کرتے ہیں۔

غلط فہمی:۔ بعض علاقوں میں (یعنی قطب شمالی اور قطب جنوبی کے قریب) رات چھ مہینہ کی اور دن چھ مہینہ کا ہوتا ہے۔ اگر مکہ کی رویت تسلیم کر لی جائے تو ان مقامات کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا کیونکہ دن کے چھ مہینوں میں ہلال نظر نہیں آتا۔

ازالہ:۔ یہ ایک استثنائی حالت ہے اور ہمارے یہاں کے حالات عام اور سالم ہیں۔ اوپر مذکور مقامات پر تو دن کے چھ مہینوں کے دوران غروب آفتاب بھی نہیں ہوتا کہ یہ حضرات افطار ٹھیک ٹھیک وقت پر کر لیتے۔ جس طرح ان علاقوں کے لئے متعین ہونے والا سحری اور افطار کا حل

ہمارے لئے تجویز نہیں کیا جاسکتا اسی طرح امساک صیام اور عید منانے میں ان کے لئے جو حل متعین کیا گیا ہو وہ ہم پر چسپا نہیں کیا جاسکتا۔ مختصر یہ کہ عام حالات کو استثنائی حالات پر قیاس کر کے انہیں اپنے خاص طرز عمل سے روک دینا صحیح نہیں۔

4. اعتـــراض:۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی نے اتنی ترقی کی ہے کہ اگر مکہ میں چاند نظر آجائے تو سارے عالم اسلام کو صرف پانچ منٹ میں اطلاع دی جاسکتی ہے لیکن یہ سہولت ماضی میں نہیں تھی لہٰذا عصر حاضر کا تقاضہ ہے کہ ٹیکنالوجی کی مدد سے مکہ کی رویت کی اطلاع مل جانے پر دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے اس رؤیت کے مطابق روزے شروع کریں اور عید منائیں۔

جواب:۔ اس اعتراض کے جواب میں ایک مستقل بحث پیچھے گزر چکی ہے۔

غلط فہمی:۔ مولانا جلال الدین قاسمی صاحب کا ماننا ہے کہ اختلاف مطالع سے اختلاف وقت ہوتا ہے نہ کہ اختلاف مطلع سے اختلاف رویت ہوجاتا ہے۔۔ قاسمی صاحب نے یہ بات ماہنامہ معیار حدیث، بنگلور، ایڈیشن اگست 2007ء میں شائع ہوئے اپنے ایک مقالہ عنوان ''عالمی رویت ہلال'' میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی پر اعتراض کرتے ہوئے کہی۔ چنانچہ قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

''دکتور فضل الرحمٰن مدنی استاذ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کا ایک مقالہ اسی رویت ہلال کے موضوع پر نظر نواز ہوا حضرت نے لکھا ہے کہ اختلاف مطالع سے اختلاف رویت ہوتا ہے۔

حالانکہ یہ بات حضرت کے علم منطق و سائنس و فلکیات پر درک نہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اختلاف مطالع سے اختلاف وقت ہوتا ہے نہ کہ اختلاف مطلع سے اختلاف رویت ہوجاتا ہے۔''

ازالہ:۔ ماشاءاللہ! ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اختلاف مطالع سے اختلاف وقت ہوتا ہے اور اس وقت کی مدت ایک یا دو دن ہوتی ہے جیسے مان لیجئے کہ کل بعد مغرب مکہ مکرمہ میں ہلال نظر آیا لیکن ہمارے یہاں آج بعد مغرب نظر آیا۔ ہمارا مطلع تو مختلف ہوا سو ہوا اور ساتھ ساتھ یہ بھی واضح

ہو گیا اس اختلاف وقت (جس کی بات قاسمی صاحب نے کی) کی مدت تقریباً ایک دن ہو گی جس کی وجہ سے قمری مہینہ کی تاریخ بھی مختلف ہو گی۔ یہی تقاضہ اختلاف رویت کا ہے۔ قاسمی صاحب نے خواہ مخواہ دکتور مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی پر فلکیات پر درک نہ ہونے کا الزام لگا دیا۔

غلط فہمی:۔ مذکورہ بالا مقالہ میں قاسمی صاحب مزید فرماتے ہیں:

توحید رؤیت کے بارے میں عقل کی رہنمائی:

جب ہم ہفتہ وار چھوٹی عید (جمعہ) ایک ہی دن پوری دنیا میں ادا کرتے ہیں اور اس میں اختلاف نہیں کرتے تو ہمارے لئے یہ کیونکر جائز نہ ہوگا کہ بڑی عید تمام اقطار عالم میں ایک ہی دن کریں؟

ازالہ:۔ اول تو دن کا بدلنا غروب شمس کے اعتبار سے ہوتا ہے اور قمری مہینہ کی تاریخ کا حساب رویت ہلال کے اعتبار سے لہٰذا چھوٹی عید (جمعہ) شمسی نظام پر منحصر ہے جبکہ رمضان کی عید قمری نظام پر چونکہ شمسی اور قمری نظام ایک نہیں لہٰذا رمضان کی عید کو جمعہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ ثانیاً قاسمی صاحب کا اعتراض اس وقت بجا تھا جب دنیا بھر کے لوگ اپنے اپنے مطلع کا غروب شمس نظر انداز کر کے مکہ مکرمہ کے مطابق جمعہ کا اہتمام کرتے لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ لوگ تو اپنے اپنے مطلع کے غروب شمس کے اعتبار سے ہی دن کے ختم و شروع ہونے کا حساب رکھتے ہیں جس طرح مکہ والے اپنے مطلع کا اعتبار کرتے ہیں۔ مزید عرض ہے کہ مختلف علاقوں کے لوگ ایک ہی دن جمعہ کرتے ہیں تو محض شمسی نظام کے تقاضہ کے تحت کرتے ہیں۔ نہ کہ وحدت امت کی جذباتی اپیل کے تحت پس سب کا ایک ہی دن جمعہ ادا کرنے سے عید الفطر ایک ہی دن منانے کا نہ عقلی تقاضہ ثابت ہوتا ہے اور نہ جواز۔ آخر میں ایک بات اور۔ بات اگر عقل سے رہنمائی حاصل کرنے کی ہے تو سنئے کہ ہمارے یہاں اکثر احباب کی عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ جس طرح لوگ جمعہ کے لئے اپنے اپنے مطلع کا اعتبار کرتے ہیں اسی طرح رویت ہلال کے لئے بھی اپنے اپنے مطلع کا اعتبار کریں۔

قاسمی صاحب کا قیاس میں تکلف:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یسئلونک

عن الاھلة قل ھی مواقیت للناس والحج ۔یعنی (اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لوگ آپ سے اہلہ کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ یہ وقت متعین کرنے کے ذرائع ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے بھی (بقرہ۔189)

اس آیۃ کریمہ سے قیاس میں تکلف کرتے ہوئے قاسمی صاحب فرماتے ہیں۔

''توحید رویت کے بارے میں منطق کی رہنمائی **یسئلونک عن الاھلة قل ھی مواقیت للناس والحج**۔اس آیت کریمہ کو منطقی قیاس میں اس طرح ڈھالا جاسکتا ہے۔

صغری۔۔۔۔میقات عالم چاند ہے۔ کبریٰ۔۔۔۔چاند میقات حج ہے۔

صغریٰ اور کبری میں جو حداوسط ہے وہ چاند ہے اس کو گرادیں نتیجہ نکلے گا۔

نتیجہ: میقات عالم میقات حج ہے۔

مذکورہ بالا قیاس کو منطق میں قیاس کی شکل اول ہے جس کا نتیجہ قطعی ہوتا ہے۔

ازالہ :۔ قاسمی صاحب کا قیاس سرے سے ہی باطل ہے جسکی تفصیل یوں ہے۔

آیت مذکورہ میں ہلال کی جمع (اہلہ) آئی ہے جو منازل قمر کی طرف اشارہ ہے (زیر بحث مقالہ میں قاسمی صاحب کو بھی یہ تسلیم ہے)۔اس مسئلہ میں آئی دیگر آیات واحادیث جن کا گزشتہ صفحات پر ذکر کیا گیا ہے سے اختلاف رویت کا ثبوت ملتا ہے جو اختلاف منازل پر دال ہے۔لہٰذا دونوں قضیوں میں آیا (اہلہ) لفظاً اور معنیً تو ایک ہے لیکن واقعۃً الگ الگ۔پس اہلہ بطور احد اوسط قائم نہ ہوسکا لہٰذا موصوف کا قیاس باطل ٹھہرا۔دراصل قاسمی صاحب نے مکہ مکرمہ اور دنیا کے دیگر علاقوں کے مطالع کی منازل قمر کو پہلے سے ہی بلافرق فرض کرلیا ہے اور اپنے اس افتراض پر قیاس کی بنیاد رکھ کر قیاس میں ان منازل قمر کو چاند سے تعبیر کرلیا حالانکہ مکہ اور دیگر علاقوں کا چاند تو ایک ہے لیکن اس کی منازل مختلف ہیں۔پھر مضمون آیت سے قاسمی صاحب نے نتیجہ قیاس یوں نکالا:

''میقات عالم چاند ہے چاند میقات حج ہے

میقات عالم میقات حج ہے"

مولانا قاسمی صاحب کے اس قیاس کی مزید رد کرتے ہوئے یہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر دونوں قضیوں میں وارد اہلہ کو قاسمی صاحب کی طرح بطور احد اوسط تسلیم کر لیا جائے تب تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس طرح میقات حج بطور میقات عالم ہے اسی طرح میقات عالم بھی بطور میقات حج ہے ۔مثلاً حیدرآباد کی رویت ہلال کے مطابق حج کے مراسم انجام دئے جانے کو بھی جائز تسلیم کر لینا پڑے گا لیکن یہ تو قاسمی صاحب کے منشہ کے بھی خلاف ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر اختلاف رؤیت کو قاسمی صاحب کی طرح رد کر کے قیاس کر لیا جائے تو آیت کی رو سے اہلہ محکوم علیہ ہے، جس کو بطور احد اوسط تسلیم کیا گیا ہے۔ صغری میں اصغر اور کبریٰ میں اکبر محکوم بہ۔

پھر حد اوسط اصغر اور اکبر کی صفت نہیں اور نہ ہی اصغر و اکبر کوئی اور مستقل اشیاء نہیں بلکہ حد اوسط کے ہی مظاہر ہیں جو اس کی ذات پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر اصغر اور اکبر حد اوسط پر مقصور ہیں۔ پس نتیجہ میں موضوع اور محمول ایک دوسرے پر مقصور ہیں۔ اس قسم کے قیاس میں چاہے صغری کو کبری لکھے یا کبریٰ کو صغری یا نتیجہ میں موضوع کو محمول کر دیا جائے یا محمول کو موضوع بات ایک ہی ہوگی۔ جیسے

قیاس

مقدمہ اول		مقدمہ دوم		
صغریٰ		کبریٰ		
اصغر	حداوسط	حداوسط	اکبر	نتیجہ
زید کا والد	خالد ہے	خالد	خسرو کا والد ہے:	زید کا والد خسرو کا والد ہے
خسرو کا والد	خالد ہے	خالد	زید کا والد ہے:	خسرو کا والد زید کا والد ہے
میقات عالم	چاند ہے	چاند	میقات حج ہے:	میقات عالم میقات حج ہے
میقات حج	چاند ہے	چاند	میقات عالم ہے:	میقات حج میقات عالم ہے

نوٹ:۔ چونکہ قاسمی صاحب نے "اہلہ" کو چاند لکھا اور قیاس کی شکل اول استعمال کی اسی لئے حد اوسط "چاند" لکھ کر قیاس کی شکل اول سے مثال لائی گئی ہے۔

معلوم ہوا کہ چاہے "زید کا والد خسرو کا والد" ہے کہا جائے یا پھر "خسرو کا والد زید کا والد ہے" بات ایک ہے کیونکہ زید کا اور خسرو کا والد ایک ہی ہے یعنی خالد۔ اسی طرح تقاضہ قیاس کے تحت چاہے "میقات عالم میقات حج ہے" کہا جائے یا "میقات حج میقات عالم ہے"۔ بات ایک ہی ہونی چاہئے کیونکہ عالم اور حج کا میقات ایک ہی ہے یعنی اہلہ۔ لیکن قاسمی صاحب میقات حج کو بطور میقات عالم تسلیم تو کرتے ہیں لیکن میقات عالم کو بطور میقات حج تسلیم نہیں کرتے گویا قاسمی صاحب کے قیاس کے مطابق زید کا والد تو خسرو کا والد ہے لیکن خسرو کا والد زید کا والد نہیں حالانکہ موصوف یہ تسلیم کرتے ہیں زید اور خسرو کا والد ایک ہی شخص ہے!!!

خلاصہ:۔ زیر بحث آیت کو قیاس میں نہیں ڈھالا جاسکتا کیونکہ "اہلہ" بطور حد اوسط قائم نہیں ہوسکتا اور نہ میقات عالم کو بطور میقات حج تسلیم کرنا پڑے گا۔ لہٰذا یہ تو ثابت نہ ہوسکا کہ میقات حج بطور میقات عالم ہے لیکن یہ ضرور ثابت ہوگیا کہ حج (مکہ مکرمہ) اور عالم کی رویت الگ الگ ہے۔ والحمدللہ

غلط فہمی:۔ جیومٹری سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

"توحید رؤیت کے بارے میں جیومٹری کی رہنمائی

یسئلونک عن الاھلۃ. الخ

The Cresent moon is the time table for the people of the world, the cresent moon is the time table for the haj.

جیومٹری کا قاعدہ ہے کہ اگر دو LHS equations برابر ہوں تو

RHS بھی برابر ہوگا۔

طریقہ:

$$\begin{matrix} a & = & b \\ a & = & c \end{matrix}$$

آڑا ضرب کرلیں:

$$ac = ab$$

$$\not{a}c = \not{a}b$$

$$c = b$$

" Therefore $b = c$ proved

ازالہ:۔ جیومٹری کے قاعدے کے مطابق $b = c$ ہے تو پھر $c = b$ بھی درست ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اگر میقات حج بطور میقات عالم ہے تو پھر میقات عالم بھی بطور میقات حج ہے لیکن یہ تو کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ قاسمی صاحب کے موقف کے بھی خلاف ہے۔

لہٰذا: $c \neq b$

Therefore $b \neq c$

Hence Proved

پس ثابت ہوا کہ جس طرح میقات عالم بطور میقات حج نہیں ٹھیک اسی طرح میقات حج بھی بطور میقات عالم نہیں۔ لہٰذا قاسمی صاحب کی جیومٹری سے بھی ثابت ہوگیا کہ مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں کی رویت الگ الگ ہے۔ والحمدللہ

غلط فہمی:۔ قاسمی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:

''توحید رویت کے بارے میں مشاہدہ کی رہنمائی''

یہ ایک فلکیاتی مسلمہ حقیقت ہے کہ چاند گہن ہمیشہ پورنیا ہی کو لگتا ہے۔ پچھلے سال رمضان میں چاند گہن لگا تھا سعودی قمری تاریخ کے حساب سے وہ پورنیا کی تاریخ تھی لیکن ہمارے ہندوستان میں اس دن جو قمری تاریخ تھی وہ پورنیا کی تاریخ نہیں تھی اب آپ فیصلہ کریں کہ وہی چاند جو مکہ میں چمک رہا تھا اور ہندوستان میں بھی چمک رہا تھا مکہ مکرمہ کے حساب سے وہ چودھویں (پورنیا) کا چاند تھا اور ہندوستان کے حساب سے وہ بارہویں کا چاند تھا۔ معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ ہی کی قمری تاریخ صحیح ہے۔ اور ہندوستان کی قمر کا تاریخ غلط ہے۔ اگر ہندوستان کے لوگ بھی مکہ کی قمری تاریخ کو اپنے یہاں کی قمری تاریخ قرار دے لیں تو یہ تضاد دور ہو جائے گا۔

ازالہ:۔ معلوم نہیں کہ موصوف نے کس چاند گہن کا ذکر کیا ہے۔ سال 2006ء رمضان میں تو کوئی چاند گہن نہیں لگا تھا لیکن اگر موصوف کے دعوے کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ ضروری نہیں کہ چاند گہن کے وقت مکہ مکرمہ میں پورنیا ہی ہو مثلاً 18 اکتوبر 2013ء میں بھی چاند گہن لگا تھا، سعودی عرب میں رات کے تقریباً 8:30 بجے تھے مگر قمری تاریخ کے حساب سے مکہ مکرمہ میں وہ پورینما نہیں بلکہ 13 ذی الحجہ تھی۔ لیجئے! قاسمی صاحب کی فکر کے مطابق اب تو سعودی تاریخ بھی غلط ہو گئی۔ پتا نہیں معترضین اب دنیا کے کس خطہ کی تجویز فرمائیں گے!!

☆☆☆